

تعارف اہل سنت

علامہ یٰسین اختر مصباحی

باہتمام: مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

ناشر

مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ، توپسیا

آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا مغربی بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفِ اہلِ سنت

از:

علامہ یٰسٓ اختر مصباحی

حسب فرمائش:

علامہ محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

باہتمام: مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

ناشر: آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال

مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ (توپسیا)

Al-Barkaat
Educational Institutions
EDUCATION QUALITY DEVELOPMENT

Al-Barkaat
Educational Society (Regd.)

Prof. Syed Muhammad Amin
President

پیغام

مورخہ ۱۷ فروری ۲۰۱۰

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے مبارک و مسعود موقع پر آل انڈیا تبلیغ سیرت، مغربی بنگال بارہ مفید کتابوں کی کہکشاں سجا رہی ہے۔ میرا کئی سالوں سے یہ مشاہدہ ہے کہ ہماری جماعت میں کئی ایسے فعال نوجوان بڑے حوصلے کے ساتھ میدان تخلیق و تحقیق میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے مسلسل سعی کر رہے ہیں۔ جس کا اثر یہ ہے کہ لکھنے والوں کو تحریک ملی اور پڑھنے والوں کے ذوق و شوق کو بالیدگی۔ جو ہماری جماعت کے لئے بڑی موثر اور خوش آئند بات ہے۔

مولانا مجاہد حسین حبیبی قادری کا شمار جماعت اہل سنت کے ان فاضل نوجوانوں میں ہوتا ہے جن سے مستقبل میں بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ موصوف ماہنامہ "تبلیغ سیرت" کی اشاعت کے ذریعہ خطہ بنگال میں مذہب و مسلک کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تبلیغ سیرت نے جن ۱۲ کتب کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے وہ اپنے موضوعات کے انتخاب کے حوالے سے قابل تحسین عمل ہے جس میں عقائد کی درستگی کے ساتھ ساتھ اصلاح امت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے آقا سید عالم ﷺ سے سچی محبت کے اظہار کا یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔

میں مولانا مجاہد حسین حبیبی صاحب اور ان کے رفقاء کو ان کی اس کاوش پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے اس نیک عمل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مستقبل میں مزید ترقی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

والسلام

سید محمد امین قادری
خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف
حال مقیم کبیر کالونی، جمال پور، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت و جماعت کا اجمالی تعارف

جماعت اسلامی ہند کے ترجمان سہ روزہ 'دعوت' دہلی نے زبانی و تحریری طور پر مجھے دعوت دی کہ مسلکِ اہل سنت و جماعت جسے عرفِ عام میں حنفی بریلوی کہا جاتا ہے اس مسلک کے افکار و نظریات اس کے ممتاز علما و مشائخ اور اہم مدارس اور اداروں کے سلسلے میں ایک تعارفی مضمون لکھوں جسے دعوت کے ہندوستانی مسلمان نمبر حصہ دوم (اکتوبر ۱۹۹۹ء) میں شریکِ اشاعت کر کے مثبت انداز میں اس مسلک اور اس سے وابستہ مسلمانوں کا صحیح تعارف کرایا جا سکے۔ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے زیرِ نظر مضمون حاضرِ خدمت کر رہا ہوں۔ ویسے یہ موضوع ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔ اور ممکن ہے یہی مضمون ایک مستقل کتاب کا دیباچہ بن جائے۔ سردست تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے کچھ اجمالی و اشاراتی حقایق پیش کر رہا ہوں۔ جو یقیناً قارئین کی معلومات میں اضافے کے باعث اور مزید تحقیق و مطالعہ کے محرک ثابت ہوں گے۔

ہندوستانی مسلمان ابتدا ہی سے سُنی حنفی مسلک کے پابند رہے ہیں۔ خطۂ مالا بار و کوکن میں کچھ سُنی شافعی مسلمان آباد ہیں۔ کہیں کہیں تھوڑی سی تعداد میں اہل تشیع بھی ہیں۔ مسلمانانِ ہند میں فرقہ بندی و تفرقہ بازی کا آغاز انیسویں صدی عیسوی کے ربع اوّل سے شروع ہوا۔ اور اختلاف و نزاع کی گرم بازاری میں ائمہ اربعہ کی تقلید فقہی کو خصوصاً اور تصوف و طریقت کو عموماً اپنی شدید تنقید بلکہ تنقیص و تفسیق کا نشانہ بنایا گیا، تقلید و تصوف دونوں کو بدعت و ضلالت کے خانے میں رکھا گیا اور اسی بنیاد پر اہل سنت سے الگ ہٹ کر نئی مسالک عالم وجود میں آ گئے، اس حقیقت کو تاریخی تسلسل کے ساتھ جاننے کے لیے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد حکیم عبدالحیؔ رائے بریلوی اور مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد سید سلیمان ندوی کی یہ تحریریں قابل مطالعہ ہیں۔

(۱) بعض لوگوں کے نزدیک مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید ناجائز و حرام ہے، اور ان کے نزدیک کتاب و سنت سے جو احکام صراحتاً معلوم ہوں انھیں کا اتباع کرنا چاہیے، اور مسائل فقہ میں قیاس و اجماعِ امت حجتِ شرعی نہیں ہے، یہ مسلک مولانا فاخر الٰہ آبادی بن

یحییٰ اور میاں جی شیخ نذیر حسین حسینی دہلوی بن جواد علی اور نواب سید صدیق حسن بھوپالی اور ان کے متبعین کا ہے۔

ایک گروہ کی رائے اس معاملہ میں حد افراط تک پہنچی ہوئی ہے اور تقلید کی حرمت پر یہ لوگ بہت مُصر ہیں۔مقلدین کو یہ اہلِ بدعت شمار کرتے ہیں اور ان کو نفس کا غلام سمجھتے ہیں۔یہ لوگ اپنی اس سخت رائے میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ ائمہ کرام بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی بھی کر دیتے ہیں۔یہ مسلک شیخ عبدالحق بنارسی بن فضل اللہ اور شیخ عبداللہ صدیقی الہٰ آبادی وغیرہ کا ہے۔

ان لوگوں نے اپنے مسلک وخیال کے مطابق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔مثلاً شیخ معین الدین سندھی بن امین کی ''دراسات اللبیب'' اور شیخ فاخرا لہٰ آبادی کی ''قرۃ العینین'' اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی ''تنویر العینین'' اور میاں سید نذیر حسین کی ''معیار الحق'' اور شیخ عبداللہ الہٰ آبادی کی ''اعتصام السنۃ'' اور نواب صدیق حسن بھوپالی کی ''الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ'' وغیرہ ہیں......

علمائے احناف میں بھی دو گروہ ہیں۔ایک تحقیق وانصاف کی راہ پر ہے۔مثلاً ملا بحر العلوم عبدالعلی بن ملا نظام الدین مصنف ارکان اربعہ اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی بن عبدالحلیم مصنف التعلیق الممجد.

احناف میں دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو تقلید پر سختی سے قایم ہیں۔اور ان کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔مثلاً مولانا شیخ فضل رسول اموی بدایونی اور ان کے متبعین۔(ص ۱۵۴، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ ،از حکیم عبدالحئ رائے بریلوی)

(۲) شاہ عبدالغنی صاحب مجددی کے ممتاز شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم ہیں۔اور پورب میں مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب کے شاگرد مولانا سخاوت علی جون پوری وغیرہ ہیں۔اس سلسلہ میں توحید خالص کے جذبے کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔

مولانا شاہ اسحاق صاحب کے ایک اور شاگرد مولانا سید نذیر حسین صاحب بہاری دہلوی ہیں۔اس دوسرے سلسلہ میں توحید اور رد بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے

براہ راست کتب حدیث سے بہ قدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔اور اسی سلسلے کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا۔اور اپنے آپ کو 'اہل السنۃ' کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے۔(ص ۴۶،حیات شبلی،مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ،از سید سلیمان ندوی)

حکیم عبدالحیٔ رائے بریلوی صاحب و سید سلیمان ندوی صاحب کے بقول تقلید پر سختی سے قائم رہنے والے،پرانی روش پر شدت سے جمے رہنے والے اپنے آپ کو اہل سنت کہنے والے حضرات،علمائے بدایوں و بریلی اور ان کے متبعین ہیں جو آج بھی تقلید اور پرانی روش کے خلاف کچھ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی اور پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی نے مسلکی تقسیم کی اپنے اپنے انداز میں اس طرح وضاحت کی ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ میں اور ان سے انتساب رکھنے والوں میں ایک گروہ تو شاہ صاحب کے مسلک پر گام زن تھا۔اور مسائل شرعی میں سرمو انحراف پسند نہیں کرتا تھا۔مگر دوسرا گروہ اجتہاد اور عدم تقلید کا رجحان رکھتا تھا۔ چناں چہ رفتہ رفتہ ان گروہوں میں مختلف مسلوں میں اختلاف رونما ہوا۔ (ص ۱۳۸،مفتی صدرالدین آزردہ ،از عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی،مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دہلی)

(۲) اودھ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے۔آخری دور میں مولانا فضل حق خیرآبادی اس قافلے کے سالار تھے۔انھوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان ولی اللہی سے بھی استفادہ کیا تھا۔مگر وہ شاہ اسمٰعیل اور شاہ اسحاق دہلوی کے بعض افکار و نظریات سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔اور قدیم روش پر سختی سے قایم تھے۔مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے۔ان حضرات نے شاہ اسمٰعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی۔علمائے بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین و مددگار تھے۔(ص ۵۵،بہ عنوان!اردو میں مذہبی ادب،اردونامہ کراچی،دسمبر ۱۹۷۵ء)

حقیقت سے قریب اور مزید آسان لفظوں میں صحیح نتیجے تک پہنچنا چاہتے ہیں تو محمد جعفر تھانیسری اور مولانا ثناء اللہ امرت سری کے یہ بیانات و مشاہدات بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

(۱) میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۴ء) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان بھی موجود نہ تھے، اور اب (۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جہاں مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسمٰعیل، کے نہ ہوں۔ (ص ۸۱، تواریخ عجیبہ، از محمد جعفر تھانیسری، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

(۲) امرت سر میں مسلم غیر مسلم آبادی مساوی ہیں۔ اسّی سال قبل قریباً سبھی مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی کہا جاتا ہے۔ (ص ۴، شمع توحید، از ثناء اللہ امرت سری، مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا پنجاب، پاک)

مولانا ثناء اللہ امرت سری مدیر مجلہ اہل حدیث امرت سر نے ۱۹۳۷ء میں اپنا مذکورہ تجزیہ پیش کیا تھا۔ جس کے مطابق آج سے تقریباً ایک سو پینسٹھ سال پہلے امرت سر پنجاب کی مسلم آبادی اسی خیال کی تھی جسے آج حنفی بریلوی کہا جاتا ہے۔ اور محمد جعفر تھانیسری کے مشاہدہ و تحقیق کے بہ موجب آج سے تقریباً دوسو سال پہلے کسی وہابی معتقد شاہ اسمٰعیل دہلوی کا پنجاب بھر میں وجود نہیں تھا۔

سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بعد سنّی حنفی مسلک سے کچھ لوگوں کے انحراف اور عدم تقلید کے رجحان نے ہندوستان کی مسلم اجتماعیت کا شیرازہ منتشر کیا۔ اور توحید خالص کے تحفظ کے نام پر لکھی جانے والی کتاب ''تقویۃ الایمان'' از شاہ اسمٰعیل دہلوی ایسے لوگوں کا مرجع بن کر سامنے آئی۔ جس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے بقول خود شاہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کا یہ خیال تھا:

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں۔ اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کا جو شرکِ خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے۔ اور وہاں سے واپسی کے بعد عزمِ جہاد ہے۔ اس لیے میں اس کام سے معذور ہوگیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ کوئی دوسرا اس بار کو اُٹھائے گا نہیں۔ اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔''

(ص ۹۸، حکایت ۵۹، حکایاتِ اولیا (ارواح ثلاثہ) از مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ کتب

خانہ نعیمیہ دیوبند)

تیز الفاظ اور تشدد کو تو پیرایۂ بیان کہا جاسکتا ہے۔ مگر شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھنے کا اختیار نہ جانے کیسے مؤلف تقویۃ الایمان کو حاصل ہوگیا۔ شورش اور لڑنے بھڑنے کا ارمان تو ضرور پورا ہوگیا مگر بگڑ جانے والے مسلمان ٹھیک آج تک نہ ہو سکے۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری قاسمی لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانانِ ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں۔ دو گروہ میں بٹ گئے ہیں۔'' (ص ۱۰۷، انوار الباری، جلد ۱۱، مرتبہ مولانا سید احمد رضا بجنوری، مطبوعہ ناشر العلوم بجنور)

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں: ''مولانا محمد اسمٰعیل شہید مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبد العزیز کے انتقال کے بعد جب انھوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی۔ اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہلچل پڑگئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد (دہلی) کیا۔ تمام علماے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔

ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ابتدا میں مولانا اسمٰعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد اور مولانا عبد الحئی کو بہت کچھ فہمائش کی۔ اور ہر طرح سمجھایا۔ لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و رد میں سرگرم ہوئے۔ اور جامع مسجد (دہلی) کا شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبد الحئی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علماے دہلی۔''

(ص ۴۸، آزاد کی کہانی، مرتبہ مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی، مکتبہ خلیل، اردو بازار لاہور)

مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مفتی صدر الدین آزردہ تلمیذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا احمد سعید نقش بندی دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا خیر الدین دہلوی، حکیم صادق علی خاں دہلوی (مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے حقیقی دادا)، مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی، مولانا مخلص الرحمٰن چاٹگامی، مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی، وغیرہم بے شمار علماے اہل سنت نے تقریراً و تحریراً ہر طرح ان نئے افکار و

نظریات کا رد وانکار کیا۔ اور مسلکِ اہل سنت و جماعت کے تحفظ وصیانت کے جہاد میں اپنے علم وعمل کے ذریعے سرگرم حصہ لیا۔

حضرت شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان سے علامہ فضل رسول بدایونی نے سات سوالات 'تقویۃ الایمان' اور اس سے متعلق دیگر امور کے بارے میں کیے تھے جو مع سوال و جواب رسالہ ''تحقیق الحقیقۃ'' مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۷ھ میں شایع ہو چکے ہیں۔ صرف تین جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔ حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ ''تقویۃ الایمان'' کہ میں نے اس کا نام ''تفویۃ الایمان'' ساتھ 'فا' کے رکھا ہے۔ اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام ''معید الایمان'' رکھا ہے۔ اسمٰعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیا و رسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔ کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھلانے کو، اپنی راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتا بھی نہیں ہے۔ اس میں شرک اور بدعت کے افراد کو گن کر جو لوگوں کو سکھلاتا ہے کسی رسول نے اور ان کے خلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہو، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروؤں کو کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ وہابی کا رسالہ متن تھا' یہ گویا اس کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ بڑے عم بزرگوار (شاہ عبدالعزیز) کہ وہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کو سنا، یہ فرمایا! اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو 'تحفۂ اثنا عشریہ' کا سا جواب اس کا رد بھی لکھتا۔

اس کی بخشش وہابِ بے منت نے اس بے اعتبار کو دی، شرح کا رد لکھا۔ متن کا مقصد بھی نابود ہو گیا۔ ہمارے والد ماجد (شاہ رفیع الدین) نے اس کو دیکھا نہ تھا۔ بڑے حضرت (شاہ عبدالعزیز) کے فرمانے سے کھل گیا کہ جب اس کو گم راہ جان لیا تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔'' (ص ۶۱۷ تا ۶۲۰ انوارِ آفتابِ صداقت، مؤلفہ مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی، مطبوعہ کریمی پریس لاہور ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء)

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تجدد پسندی وخود رائی کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں، مولانا اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں:

''شاہ اسحاق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب مولوی اسمٰعیل نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبد العزیز صاحب کے شاگرد اور ان کے کاتب تھے۔ شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! مولوی اسمٰعیل نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ آپ ان کو روک دیجیے۔ شاہ صاحب نے فرمایا! میں تو ضعیف ہو چکا ہوں، مجھ سے مناظرہ نہیں ہو سکتا۔

جب شاہ عبد القادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا! میاں عبد القادر! تم اسمٰعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ ہے۔ خواہ مخواہ میں شورش پیدا ہوگی۔ شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا! حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔

شاہ عبد القادر نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنٰی ہوں گے؟ من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مأة شهيد۔ کیوں کہ جو سنتِ متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں شورش ضرور ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبد القادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا۔ اس کو سن کر شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا:

بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا۔ مگر اس نے تو ایک حدیث کا معنٰی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو۔ اور ما نحن فیہ میں سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں۔ بلکہ دوسری سنت ہے۔ کیوں کہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یوں ہی ارسال بھی سنت ہے۔'' (حکایت ۷۳، ارواح ثلاثہ، امداد الغربا سہارن پور ۱۳۷۰ھ)

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تحریروں سے متعدد اعتقادی وفقہی اختلافات علما و عوام کے درمیان پیدا ہوئے۔ جن میں مسئلہ امکانِ کذب و مسئلہ امکانِ نظیر سرِ فہرست ہیں۔ علماے اہلِ سنت نے امتناعِ کذب و امتناعِ نظیر کا اپنا موقف قوت و استدلال اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ متنازعہ عبارت یہ ہے:

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں

نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر ڈالے۔“
(ص ۷۳ تقویۃ الایمان، از شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی، مطبوعہ مطبع صدیقی شاہ جہان آباد، ۱۸۵۴ء)

علامہ فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس پر زبردست شرعی گرفت فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ: قرآن وحدیث کی نصوصِ قطعیہ کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ’خاتم النبیین‘ ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں ہوسکتا۔ اب آپ کی نظیر ممکن نہیں بلکہ محالاتِ شرعیہ میں سے ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی دوسرا محمد پیدا کرنے کے عقیدے سے تو خود اللہ عزوجل کے لیے اپنے قول سے کذب لازم آئے گا اور کذب ایک عیب ہے جو اللہ کے لیے محال ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: ص ۱۵۲ تا ۱۷۶/ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، مؤلفہ علامہ فضل حق خیر آبادی (اشاعتِ اول مع فارسی، مکتبۂ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، مترجم اردو مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری) جس میں امتناعِ نظیرِ محمدی و امتناعِ کذب باری تعالیٰ کے وافر اور قاہر دلائل پیش کر دیئے گئے ہیں۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی نے اسی موضوع پر رسالہ یک روزہ لکھا۔ اور ان کے شاگرد مولانا حیدر علی ٹونکی نے بھی کچھ جوابات دے کر اپنے استاد کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے جواب الجواب کے طور پر فارسی زبان میں ’امتناع النظیر‘ کے نام سے ایک محققانہ و عالمانہ کتاب لکھی جو علامہ سید سلیمان اشرف صدر علوم اسلامیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ نے ۱۹۰۸ء میں جون پور سے شایع کی تھی۔ مولانا احمد حسن کان پوری تلمیذ مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی و خلیفۂ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے امتناعِ کذب باری تعالیٰ کے موضوع پر تنزیہ الرحمٰن عن شائبة الکذب و النقصان، مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے الصمصام القاضب لرأس المفتری علی اللہ الکذب، اور مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے عجالة الراکب فی امتناع کذب الواجب لکھ کر عقیدۂ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا ردِ بلیغ فرمایا۔

اس دور کے اختلافات اور نتائج کا ذکر یہیں چھوڑ کر اب آگے کی طرف بڑھتے ہیں۔ خلاصۂ بحث کو سمجھنے کے لیے مشہور نقش بندی مجددی عالم مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی (متوفی ۱۹۹۳ء) کی یہ تحریر کافی عبرت انگیز ہے:

”حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ (مطابق

۱۸۲۵ء) تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔

اب مولانا اسمٰعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ رد الاشراك ان کی نظر سے گزرا۔ اور اردو میں انھوں نے تقویۃ الایمان لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلِ حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔

ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات (بے ادبی و گستاخی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔" (ص ۹ مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، از مولانا ابو الحسن زید دہلوی، شاہ ابو الخیر اکیڈمی، چتلی قبر دہلی ٦)

محب الرسول تاج الفحول علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) اور مولانا امیر احمد بن مولوی امیر حسن سہسوانی (متوفی ۱۳۰٦ھ/ ۱۸۸۹ء) کے درمیان مسئلہ امکانِ کذب و امکانِ نظیر پر ۱۸۷۱ء میں شیخو پور بدایوں میں مناظرہ ہوا۔ مولانا نذیر احمد سہسوانی (متوفی ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) نے اس کے مفصل حالات و مباحث مناظرۂ احمدیہ مطبوعہ شعلۂ طور کان پور ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء میں تحریر کر دیئے ہیں۔ مولانا امیر احمد و مولانا نذیر احمد مولانا محمد احسن نانوتوی کے صحبت یافتہ تھے۔ یہ لوگ اثر ابن عباس کو دلیل بنا کر مختلف طبقاتِ ارض میں آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح دیگر انبیا مانتے تھے، اور یہ اس لیے تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہی نہیں بلکہ ثابت بھی کی جاسکے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں:

"یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ میں علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن نانوتوی کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی۔ بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولانا نقی علی خان کر رہے تھے اور بدایوں میں مولانا عبد القادر بن

مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے۔"
(ص ۹۴،مولانا محمد احسن نانوتوی ،مرتبہ پروفیسر محمد ایوب قادری ،مکتبہ عثمانیہ کراچی ۱۹۶۶ء)
مولانا عبد الحق خیر آبادی ،مولانا سید حسین شاہ محدث رام پوری ،مولانا عبد العلی رام پوری، مفتی نور النبی رام پوری و دیگر علمائے اہل سنت نے مذکورہ خیال کو نص قرآنی کے معارض عقیدۂ فاسدہ قرار دیا۔حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری نے لکھا کہ اس پرعقیدہ رکھنا اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ خاتم النبین بمعنی آخرالنبین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔(ص۲۶،تنبیہ الجہال،مرتبہ مفتی حافظ بخش آنولوی)
نظیر محمدی، ختم نبوت، اثر ابن عباس کی بحث طول پکڑتی گئی ،اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے 'تحذیر الناس' کے نام سے ایک کتاب لکھی ۔جس میں انھوں نے تحریر کیا کہ:
"سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں ۔مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔" (ص ۳،تحذیر الناس،کتب خانہ امدادیہ دیوبند)
"اگر بالفرض! بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔" (ص ۲۴،تحذیر الناس)
اپنے ایک مکتوب بنام مولانا محمد فاضل کے اندر مولانا محمد قاسم نانوتوی رقمطراز ہیں:
"معنیٰ خاتم النبین درنظر ظاہر پرستاں ہمی باشد کہ زمانۂ نبوی آخر است از زمانۂ گزشتہ بعض نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگر می دانی ایں سخنے است کہ نہ مدحے است درآں نہ ذمے۔" (ص ۵۵،قاسم العلوم،مکتوب اول)
ترجمہ: خاتم النبین کا معنیٰ ظاہر پرستوں کی نظر میں یہی ہے کہ زمانۂ نبوی گزشتہ انبیا کے زمانہ سے آخر ہے۔اور اب کوئی نبی نہ آئے گا۔مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات ہے جس میں نہ کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔
مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: "جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے

تحذیر الناس لکھی ہے۔کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی۔بجز مولانا عبدالحیٔ کے۔"(ص ۵۸۰ملفوظ ۷ ۹۲،جلد چہارم،الافاضات الیومیہ،مطبوعہ دیوبند)

مولانا محمد شاہ پنجابی،مولانا فضل مجید بدایونی،مولانا ہدایت علی بریلوی،مولانا فصیح الدین بدایونی اور شیخ محمد تھانوی و دیگر علما نے 'تحذیر الناس' کے خلاف کتابیں لکھ کر اس کے مشتملات کی زبردست تردید کی۔

حضرت مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رام پوری خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مشہور کتاب 'انوار ساطعہ' کے جواب میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری نے 'براہین قاطعہ' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس پر مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصدیق ہے۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک اور ابلیس لعین کے بارے میں تقابل کا 'براہین قاطعہ' میں دل خراش اسلوب بیان اپنایا گیا ہے:

"الحاصل!غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کون سا حصہ ہے؟کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے؟جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(ص ۵۵،البراھین القاطعہ،مرتبہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی،کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

۱۳۰۳ھ میں لکھی گئی 'براہین قاطعہ' کے خلاف بھی شورش ہوئی۔علماے اہل سنت نے اس کی مخالفت کی۔۱۳۰۶ھ میں بھاول پور(پنجاب)میں نواب محمد صادق عباسی نواب بھاول پور کے انتظام و انصرام میں مناظرہ ہوا۔جہاں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ملازمت کر رہے تھے۔مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے اس مناظرہ میں 'براہین قاطعہ' کا دفاع کیا۔اہل سنت کی طرف سے مولانا غلام دستگیر قصوری مناظر تھے۔شیخ المشایخ شاہ غلام فرید اس مناظرہ کے حکم تھے۔پوری روداد تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل کے نام سے مرتب ہو کر چھپ چکی ہے۔مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان یہ مناظرہ تحریری تھا،مولانا قصوری کا اعتراض یہ ہے:

"فقیر کان اللہ لہٗ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعتِ علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے۔یہ نہایت درجہ

کی توہین ہے۔'' (ص ۱۹۳، تقدیس الوکیل)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور پایۂ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے علماے اہل سنت کے موقف کی تائید اور مولانا غلام دستگیر قصوری کی حمایت کرتے ہوئے 'تقدیس الوکیل' کی تحریری تصدیق کی ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے موقف کی تحریری تصدیق کو رد کرتے ہوئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:

''میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا۔ مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کم تر ہے۔ اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔'' (ص ۴۱۹، تقدیس الوکیل)

۱۳۱۹ھ میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے 'علم غیب' سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے 'حفظ الایمان' کے نام سے ایک کتابچہ لکھا، جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تشبیہ دیتے ہوئے یا اس کی مقدار و کمیت بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایسا یا اتنا علم تو پاگل و مجنوں و حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ اصل عبارت یہ ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' (ص ۸، حفظ الایمان، مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند)

حضرت سید محمد جیلانی قادری حیدرآبادی کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین اس عبارت اور اس کی قباحت و شناعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''میرے دادا (سید محمد جیلانی قادری) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ ''حفظ الایمان'' لائے۔ اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا: علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔

اس کے چند روز بعد مکہ مسجد (حیدرآباد) میں مولوی اشرف علی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالے کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس

عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔

پھر چند روز بعد مولانا حافظ (محمد) احمد (فرزند مولانا محمد قاسم نانوتوی) کے مکان پر علما کا اجتماع ہوا۔ چوں کہ حافظ (محمد احمد) صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لیے انھوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علما نے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالے کی قباحت کا بیان کیا۔ اور رسالے کے خلاف فتویٰ دیا۔

پھر تھوڑے دن بعد خواب میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سے حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے خوش ہوئے۔ تم کیا چاہتے ہو؟

آپ نے عرض کی! میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں۔ اور مدینے کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ دس سال وہاں مقیم رہے۔ اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔" (ص ۶۱۶، مقامات خیر، شاہ ابوالخیر اکیڈمی چتلی قبر دہلی ۶)

کوٹھی الٰہی بخش میرٹھ میں ایک بار حضرت مولانا ابوالخیر نقش بندی مجددی دہلوی قیام پذیر تھے ایک موقع پر آپ کی مجلس میں حافظ محمد احمد فرزند مولانا قاسم نانوتوی و مولانا اشرف علی تھانوی بھی حاضر تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کے ایک حامی بزرگ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ دی۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی نے اسے سخت ناپسند کیا۔ اور آپ نے مولوی اشرف علی سے کہا: کیا یہی دین کی خدمت ہے؟ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقے پر تھے۔ تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟

مولوی (اشرف علی) صاحب نے کہا: میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی ہے۔ آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا: تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گُم راہ ہو گئے۔ ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں گے؟ (ص ۱۱، بزم خیر از زید، شاہ ابوالخیر اکیڈمی چتلی قبر دہلی ۶)

ابتدا اور انتہا دونوں آپ کے سامنے ہے۔ محمد حسین صاحب رئیس قصبہ نہٹور ضلع بجنور لکھتے ہیں کہ: جب شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی اپنے متعلقین و معاونین کے ساتھ دہلی سے روانہ ہو کر

لکھنؤ پہنچے اور اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی تو،

''اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن ولایتی صوفی لقب خاص شہر لکھنؤ میں مقیم تھے۔ان کے کشف و کرامات کی اس زمانے میں بڑی شہرت تھی۔مولوی اسمٰعیل بحث و مباحثہ کے ارادے سے ملنے گئے۔مگر کہتے ہیں کہ صوفی صاحب کا تصرف غالب رہا۔بحث شروع کرنے سے باز رہے۔رخصت کے وقت مولوی اسمٰعیل نے فرمایا کہ فرنگی محلی (لکھنؤ) کے مولوی بہت گُم راہ ہیں۔میرا ارادہ ہے کہ جس وقت کلکتہ سے واپس ہوں گا۔ان گُم راہوں سے جہاد کروں گا۔مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ صاحب زادے! جو اس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے۔'' (فریاد المسلمین، مطبوعہ مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء مؤلفہ محمد حسین)

سید احمد رائے بریلوی صاحب کی تحریک اور شاہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تحریر میں مسلکِ اسلاف اور مسلک ولی اللہی سے انحراف اور اس کے نتائج وعواقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ سندھی صاف صاف اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

''تحریک ولی اللہی میں تاریخی انحراف کے بعد جو موڑ آیا تو وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی بجائے اس کے کہ وہ مسلمان عوام کی ایک قومی تحریک بنتی وہ ایک علاحدگی پسند اور فرقہ پرستانہ تحریک بنتی گئی۔سید احمد شہید سے منسوب اس تحریک کا حشر یہ تو ہوا ہی۔اس کا ردعمل اس تحریک کے دوسرے حصے تحریکِ دیوبند پر بھی ہوا۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس برعظیم کے مسلمانوں کی غالب اکثریت بریلوی ہے۔جو اوپر کی دونوں تحریکوں کو کفر سے کم نہیں سمجھتی۔''

(ص ۳۴۹، افادات وملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی، مرتبہ پروفیسر محمد سرور)

ہندوستان کے اندر ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء کے بعد سے پیدا ہونے والے مسلکی اختلافات واسبابِ اختلاف وشخصیات واصحابِ اختلاف کی اجمالی تاریخ قارئین کی نظر میں آچکی ہوگی، اب مسلکِ اہل سنت کی نمائندہ شخصیات کی اجمالی فہرست بھی نظر قارئین کی جارہی ہے۔

تیرھویں صدی ھجری: حضرت علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۱۴۴ھ؛ وصال ۱۲۳۵ھ) حضرت شاہ محمد اجمل الہٰ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ؛ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۶۷ھ؛ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ

عبدالعزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ؛ وصال ۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ غلام علی نقش بندی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ؛ وصال ۱۲۴۰ھ) حضرت شاہ ابوسعید مجددی رام پوری (ولادت ۱۱۹۶ھ؛ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ؛ وصال ۱۲۶۲ھ) حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی (ولادت ۱۱۹۱ھ؛ وصال ۱۲۶۵ھ) حضرت شاہ احمد سعید مجددی رام پوری (ولادت ۱۲۱۷ھ؛ وصال ۱۲۷۷ھ) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ؛ وصال ۱۲۷۸ھ) حضرت علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ؛ وصال ۱۲۸۵ھ) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ؛ وصال ۱۲۸۹ھ) حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ؛ وصال ۱۲۹۶ھ) حضرت مولانا نقی علی بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ؛ وصال ۱۲۹۷ھ) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین

چودھویں صدی ھجری: حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ؛ وصال ۱۳۰۴ھ) حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ؛ وصال ۱۳۱۱ھ) حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ؛ وصال ۱۳۱۳ھ) حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ) حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ؛ وصال ۱۳۱۹ھ) حضرت مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثم جون پوری (وصال ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا خیر الدین دہلوی (وصال ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا احمد رضا بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ؛ وصال ۱۳۴۰ھ) حضرت شاہ ابوالخیر نقش بندی دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ؛ وصال ۱۳۴۱ھ) حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ؛ وصال ۱۳۵۵ھ) حضرت شاہ مہر علی گولڑوی پنجابی (ولادت ۱۲۷۴ھ؛ وصال ۱۳۵۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین

گزشتہ صفحات میں پیش کردہ حوالہ جات اور بعض دیگر عبارات جو ضلالات و کفریات پر مشتمل ہیں۔ (دعوتِ فکر مرتبہ مولانا محمد منشا تابش قصوری مطبوعہ پاک و ہند میں اس طرح کی سبھی عبارتوں کا عکس دیکھا جاسکتا ہے) جن سے شان الوہیت و ناموس رسالت پر براہ راست زد پڑتی ہے یہی دراصل ملت اسلامیہ ہند کے درمیان تفریق و تقسیم و اختلاف و انتشار کا سبب بنیں۔ اور سرزمین ہند مذہبی و مسلکی میدانِ کارزار میں تبدیل ہوگئی۔ جس کی چنگاریاں

آج بھی شہر شہر قریہ قریہ اڑ اڑ کر اسلامیانِ ہند کے جسم و روح کو جھلسا رہی ہیں۔

تحریک تقدیس رسالت و دفاع مسلکِ اہل سنت کے باب میں محبّ الرسول تاج الفحول مولانا عبدالقادر برکاتی بدایونی (فرزند علامہ فضل رسول بدایونی) تلمیذ علامہ فضل حق خیرآبادی تلمیذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (فرزند علامہ نقی علی بریلوی) خلیفۂ مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے اپنے وقت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان دونوں حضرات کو مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) سے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت و ارادت کے ساتھ اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اور دونوں کا مرکز عقیدت مارہرہ مطہرہ ہی ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے امتیازی وصف عشق و محبت رسول کے بارے میں ان کے حقیقی پڑپوتے حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی لکھتے ہیں:

''انھوں (حضرت فاضل بریلوی) نے عشق و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔ اور ان کے جملہ اقوال و افعال پر عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا چھایا ہوا نظر آتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ سرتاپا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فنا تھے تو یہ بات ان کی زندگی کی بالکل صحیح اور سچی عکاسی ہوگی۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ان کی زندگی تھی اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ان کا پیغام تھا......

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان کا عشق دیوانگی نہیں تھا۔ جس میں ہوش و خرد کی قید و بند سے آزادی ہوتی ہے، بلکہ ان کا عشق مرضیِ محبوب میں فنائیت سے عبارت تھا۔ اور یہ عشق کا وہ بلند و بالا مقام ہے جہاں آدمی کی اپنی کوئی خواہش اور اس کا کوئی ارادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی حرکات و سکنات کی طرح اس کا ارادہ بھی مرضیِ محبوب کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جس کو حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ و ان یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ کہ آدمی کی خواہش اس دین کے تابع ہو جائے جو آقائے نامدار مدنی تاجدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عبارت تھا۔

ان کی ساری دینی و علمی کاوش میں یہی روح کارفرما تھی اور اس کے لیے آپ کی کتاب 'مقال عرفا باعزاز شرع و علما' کا مطالعہ کافی ہے۔ جس میں آپ نے شریعت کا اعزاز اور اس کا مقام ظاہر کیا ہے۔ اور شرع سے آزاد صوفیوں کا رد بلیغ کیا ہے۔ اور اپنی بہت ساری

دوسری تصانیف میں خلاف شرع رسوم پر سخت گرفت فرمائی ہے۔ اور ان سے اجتناب کی مسلمانوں کو تعلیم دی ہے۔ مثلاً فرضی قبروں کی زیارت، مزارات پر عورتوں کا جانا، عرس کے موقع پر میلے اور تماشے، سجدۂ تعظیمی، تعزیہ داری، وغیرہ۔ ان سب سے بچنے کی اور پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔'' (ہفت روزہ ہجوم نئی دہلی، شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ نقش بندی مجددی خطیب و امام مسجد فتح پوری دہلی کے فرزند ارجمند پروفیسر محمد مسعود احمد (کراچی) لکھتے ہیں:

(۱) (امام احمد رضا) محدث بریلوی شان الوہیت و شان رسالت میں ایسے کلمات کا استعمال خلافِ ادب خیال کرتے تھے جو بظاہر حق معلوم ہوتے ہوں مگر ساتھ ہی گستاخانہ بھی ہوں۔ اس قسم کے کلمات مولوی قاسم نانوتوی کی 'تحذیر الناس' میں، مولوی اشرف علی تھانوی کی 'حفظ الایمان' میں، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی البراھین القاطعہ میں، مولوی اسمٰعیل دہلوی کی 'صراط مستقیم' اور 'تقویۃ الایمان' میں، مولوی محمود الحسن کی الجھد المقل میں محدث بریلوی کے خیال میں موجود ہیں۔ جب کہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس کی مراد وہ نہیں جس سے گم راہی مترشح ہوتی ہے، کیوں کہ گستاخی ان کے نزدیک بھی حرام ہے، مگر محدث بریلوی کا یہ موقف ہے کہ چوں کہ وہ عبارات اردو میں عام فہم ہیں اس لیے اہل زبان اس سے جو مراد لیتے ہیں وہی مراد لی جائے گی اور اسی پر حکم لگایا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ محدث بریلوی اس کے قائل تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد و محاسن جو قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے ہیں وہ من و عن بیان کیے جائیں تاکہ آپ کی شخصیت اُبھر کر سامنے آئے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی عزت و عظمت قائم ہو۔ جب کہ علمائے دیوبند احتیاط کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح مسلمان حد سے بڑھ سکتے ہیں۔

(۳) محدث بریلوی مجالس عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جائز و مستحسن خیال کرتے تھے جب کہ علمائے دیوبند اس قسم کی مجالس کے خلاف تھے۔

(۴) محدث بریلوی محافل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قیام کو مستحب خیال کرتے تھے جب کہ علمائے دیوبند اس کو بدعت تصور کرتے تھے۔

(۵) محدث بریلوی اعراس کو (بشرطیکہ ان میں خلافِ شرع بات نہ ہو) جائز خیال

کرتے تھے جب کہ علماے دیوبند انھیں ناجائز خیال کرتے تھے۔

(۶) فاتحہ خوانی (بشرطیکہ اس میں کوئی خلافِ شرع بات نہ ہو) محدث بریلوی کے نزدیک جائز تھی مگر علماے دیوبند اسے بدعت خیال کرتے تھے۔

چند سطروں کے بعد پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں: ”علماے دیوبند کے مرشد طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تقریباً تمام امور میں محدث بریلوی کے خیالات سے متفق تھے اور انھوں نے دونوں مکاتب فکر میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ایک رسالہ (فیصلہ ہفت مسئلہ) تحریر کیا تھا۔ مگر علماے دیوبند نے ان کی باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔“ (ص ۳۷۔۳۸، امام احمد رضا محدث بریلوی، مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی)

سلف سے خلف تک کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی وگستاخی سنگین جرم اور کھلا ہوا کفر ہے۔ قرآن وحدیث واقوال صحابہ وتابعین میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو موہم توہین ہوں گے تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔“ (ص ۱۶۵، جلد دوم، مکتوبات شیخ الاسلام)

اسی طرح الحاد وزندقہ بھی کفر ہے اور ثبوت شرعی کے بعد ضروریات دین کے منکر کی تکفیر فرض ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی منتظم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڑھ (یوپی) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہوگیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چوں کہ مدرسہ انھیں دونوں کا مشن ہے اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسۂ کفر وزندقہ ہے، یہاں تک کہ جو علما اس مدرسے کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد وبے دین ہیں۔“ (ص ۵۷۴، حکیم الامۃ، مرتبہ عبدالماجد دریابادی)

مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید وخلیفہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے مولانا شبلی نعمانی ومولانا فراہی کے علم وفضل، عبادت وریاضت ودینی وعلمی خدمات پر مشتمل ایک مفصل خط لکھ کر مولانا تھانوی کی بارگاہ میں صفائی پیش کی تو تھانوی صاحب نے انھیں جواب دیتے

ہوئے خط لکھا:

''یہ سب اعمال واحوال ہیں۔عقائدان سے جداگانہ چیز ہے۔صحتِ عقائد کے ساتھ فسادِ اعمال و احوال، اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال و احوال جمع ہو سکتا ہے۔''(ص ۴۷۶،حکیم الامۃ)

اس موضوع پر اہم معلومات اور مزید تحقیق کے لیے کتاب الشفا ،از قاضی عیاض مالکی اندلسی وغیرہ کے علاوہ یہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں: الصارم المسلول ؛ازابن تیمیہ، اکفار الملحدین؛ازانور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند،اشد العذاب؛ازمرتضیٰ حسن دربھنگوی ناظم تعلیمات دیوبند۔ دونئی کتابوں ،ناموسِ رسول اور قانونِ توہین رسالت؛ از جسٹس محمد اسمٰعیل قریشی ،مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور،گستاخِ رسول کی شرعی حیثیت ؛مرتبہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری،مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہوگا۔

عظمت الوہیت وناموسِ رسالت کا علماے اہل سنت نے اپنے اپنے طور پر تحفظ اوراس کے خلاف حملوں کا مجاہدانہ دفاع کیا۔انھیں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی اپنے قلم کے ذریعہ مسلک اہل سنت کی حمایت و صیانت کی:کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن،العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ، جد الممتار علیٰ رد المحتار ،حدائق بخشش ،الدولۃ المکیۃ اوردیگر سیکڑوں کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں ۔اسی دینی خدمت کی ایک مضبوط کڑی فتاویٰ الحرمین بر جف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء)، المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء)اورحسام الحرمین (۱۳۲۴ھ) بھی ہے ۔جس میں آپ نے کفریاتِ مذکورہ کے خلاف شرعی حکم صادر کر کے علماے حرمین سے تصدیق حاصل کی ہے۔تفصیل وتحقیق کے لیے دیکھیں: فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں،مطبوعہ ہندوپاک ،مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد،

بہ حیثیت فقیہ ومفتی ہزاروں فتاویٰ آپ نے لکھے اورہرطرح کے سوالات کے علمی و تحقیقی جوابات دیئے ۔یہ خدمت دوسرے معاصر علماے اہل سنت نے بھی انجام دی ہے لیکن علماے اہل سنت کے نمائندہ وترجمان کی حیثیت سے آپ کو امتیازی مقام حاصل ہوگیا۔افکارِفاسدہ وخیالاتِ باطلہ کی تردید کے میدان میں آپ چوں کہ صف دروصف شکن تھے اس لیے وہابیت اوراس کی متعدد شاخوں کے استیصال میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔

اسی لیے آپ مختلف اتہامات والزامات کی زد میں بھی آ گئے۔خود تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماے اہل سنت کے فتویٔ تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتویٰ چھپا کرتے ہیں۔

اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا۔مولوی عبدالحیٔ صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے وہ اتنا اور ملا دیتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا۔شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کو کہہ دیا۔پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔

غرض! جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انھوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔انھوں نے آیۂ کریمہ ان جاء کم فاسقٌ بنبإٍ فتبینوا پر عمل فرمایا۔خط لکھ کر دریافت کیا۔جس کے بعد یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ کر ارسال ہوا۔اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔''

(ص ۴۵۔ ۴۶ تمہید ایمان، از امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور)

اہل سنت کے معتمد و متبحر عالم دین مولانا سید احمد سعید کاظمی امروہوی (انوار العلوم ملتان) لکھتے ہیں:

''مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا۔ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے۔خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی۔لیگی ہو یا کانگریسی۔نیچری ہو یا ندوی۔اس سلسلہ میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ایک لیگی نے کلمۂ کفر بولا تو ساری لیگ معاذ اللہ کافر ہو گئی۔ یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔ہم تو بعض

دیوبندیوں کی کفری عبارات کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے۔

ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبند یا لکھنؤ والے کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک صرف وہی کافر ہیں جنھوں نے معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوب ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر اور ان کے صریح مفہوم کو جان کر گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں۔ اور گستاخوں کو مومن، اہلِ حق، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں۔

اور بس! ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعیِ اسلام کی تکفیر نہیں کی۔ ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے اگر ان کو ٹٹولا جائے تو وہ بہت قلیل ہیں اور محدود۔ ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا۔ نہ لیگی نہ ندوی۔ ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔"

(ص ۲۴۔۲۵، الحق المبین، از علامہ احمد سعید کاظمی، مطبوعہ ملتان)

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

''عوام کا عرف مدار حکم نہیں۔ حکم کا دارومدار حقیقی معنٰی پر ہے۔ اس لیے ایسا شخص جو اپنے آپ کو دیوبندی کہتا ہو، لوگ بھی اس کو دیوبندی کہتے ہوں۔ وہ ان چاروں علماے دیوبند کو اپنا مقتدا و پیشوا مانتا ہو، حتیٰ کہ اہلِ سنت کو بدعتی بھی کہتا ہو۔ مگر ان چاروں کی مذکورہ بالا کفریات پر مطلع نہیں۔ تو وہ حقیقت میں دیوبندی نہیں، اس کا یہ حکم نہیں کہ یہ شخص کافر ہو یا اس کی نماز جنازہ پڑھنی کفر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (ص ۹۱۴، معارف شارح بخاری، رضا اکیڈمی ممبئی)

متوارث طور پر عہد رسالت و دورِ صحابہ و تابعین سے منقول و معمول جو عقائد و اعمال قدیم کتب تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف و سیرت و تاریخ میں موجود ہیں، وہی اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و اعمال ہیں۔ علماے فرنگی محل لکھنؤ و خیر آباد و بدایوں و بریلی نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ہمیشہ انھیں کی دعوت دی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ)، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) کی تعلیمات و نظریات کے صحیح داعی و ترجمان بھی یہی ہیں۔ جو اسلام کے وارث و امین ہیں۔ جو کسی دخیل فکر، جدید نظریہ اور غیر اسلامی خیال کو ایک لمحہ کے لیے بھی قبول بلکہ برداشت کرنے کے لیے

تیار نہیں۔ اپنی قدیم وراثت کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور اسے ہی اپنے اور دیگر مسلمانانِ عالم کے لیے سرمایۂ سعادت و ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی خلیفۂ امام احمد رضا محدث بریلوی لکھتے ہیں:

''سُنّی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفاے راشدین، ائمہ دین، مسلّم مشائخ طریقت اور متأخر علماے کرام میں سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ملک العلما حضرت بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی کے مسلک پر ہوں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔'' (ص ۹، الفقیہ امرت سر، ۲۱/اگست ۱۹۲۵ء)

مسلمانوں کی اعتقادی و معاشرتی اصلاح کے لیے اپنے فتاویٰ کے اندر علماے اہل سنت کی طرح امام احمد رضا بریلوی نے جا بجا تاکید کی۔ جو چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں مطبوع ہیں۔ انھیں پڑھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شریعت اصل اور اتباع شریعت ہر مسلمان پر لازم ہے، بدعات و منکرات سے اجتناب ضروری ہے۔ بے علم صوفی اور شریعت پر عمل نہ کرنے والا پیر شیطان کا مسخرہ ہے۔ کفار سے مشابہت، بدمذہبوں سے میل جول، میلۂ ہنود میں شرکت ناجائز ہے۔ عبادت کی نیت سے غیر خدا کے لیے سجدہ شرک اور سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ نسب پر فخر کرتے ہوئے کسی مسلمان کی تحقیر ناجائز ہے۔ تعزیہ داری بدعت و ناجائز ہے۔ باجہ و مزامیر کے ساتھ قوالی ناجائز ہے۔ زیارتِ قبور کے لیے عورتوں کا سفر ناجائز ہے۔ تصویر کشی ناجائز ہے۔ صلعم وغیرہ لکھنا ناجائز ہے۔ فرضی قبر کی زیارت ناجائز ہے۔ میت کے لیے ایصالِ ثواب اور اس کے لیے مخصوص کھانے سے غربا و مساکین کو کھانا کھلانا جائز مگر بہ طورِ دعوت کسی کو بھی شریکِ طعام کرنا ناجائز ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب ''امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات'' مطبوعہ ہند و پاک۔

سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی طرح علماے بدایوں و خیر آباد و بریلی و مشائخ مارہرہ و کچھوچھہ وغیرہ انبیا و صالحین سے توسل، تبرکات و آثار کی زیارت، مزارات مقدسہ کی زیارت، ممنوعات سے خالی اعراس، میلاد و قیام و فاتحہ و ایصالِ ثواب وغیرہ کے جواز و استحسان کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ جو اسلافِ کرام کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے اور آج بھی عالم

اسلام کی نوے فی صد آبادی میں اس کا دستور و رواج ہے۔ تازہ ترین عربی کتاب مفاھیم یجب ان تصحح مؤلفہ سید محمد بن علوی مالکی مکی (طبع اوّل ۱۹۸۵ء) میں ان معمولات و مراسم اہلِ سنت کی تفصیل و تحقیق درج ہے۔ پچیسوں موجودہ علماے عرب و افریقا کی تحریری تصدیق بھی اس کتاب کے اندر شامل ہے۔ جن میں کئی ایک علما رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے خصوصی ارکان ہیں۔'اصلاح فکر و اعتقاد' کے نام سے میں نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے، جو ہند و پاک دونوں جگہ چھپ چکا ہے اور بہ آسانی دست یاب ہے۔

ولی اللّٰہی سلسلۂ تصوف کی معرکۃ الآرا کتاب انفاس العارفین کے اردو مترجم سید محمد فاروق القادری مذکورہ چند معمولاتِ اہلِ سنت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''ذرا سوچیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد الرحیم، شیخ ابو الرضا، سراج الہند مولانا عبد العزیز، کیا یہ سارے کے سارے بریلوی تھے؟ ہند کی سرزمین میں ابھی مولانا شاہ احمد رضا بریلوی اور دارالعلوم دیوبند کا وجود بھی نہیں تھا کہ یہ بحثیں چھڑی ہیں۔

برصغیر کی خاموش اور پُرسکون فضا میں سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کو چونکا دیا۔ سوءِ اتفاق سے وہ اسی خاندان کے ایک فرد شاہ محمد اسمٰعیل کی 'تقویۃ الایمان' تھی۔ جس کی فکر نامانوس، دعوت میں اجنبیت، اور اندازِ بیان جارحانہ تھا۔

ڈھائی سو کتابوں کی ایک لسٹ میری نظر سے گزر چکی ہے جو 'تقویۃ الایمان' کے چھپتے ہی مختلف زبانوں میں مختلف علاقوں سے اس کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت عام مسلمانوں، علما و اہلِ خانقاہ نے اس کتاب کو کس حیثیت سے دیکھا۔

ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ ہم بیک جنبش قلم سارے برصغیر کے علما، صوفیہ، فقرا اور عوام کے متعلق یہ کہہ دیں کہ وہ نعوذ باللہ سارے کے سارے شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور پہلی بار شاہ محمد اسمٰعیل ان کو حقیقی توحید سے آشنا کرا رہے تھے۔

آخر شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز اور شاہ محمد اسمٰعیل میں کتنا فاصلہ ہے؟ کیا اس درمیانی عرصہ میں سارا برصغیر کفر و شرک کی لپیٹ میں آ گیا تھا؟ اور اگر پہلے سے تھا تو خود حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز نے یہ تشدد اور یہ زبان کیوں استعمال نہ فرمائی؟

حقیقت تو یہ ہے کہ سوادِ اعظم کے مسلک سے ہٹ کر وہ پہلی آواز تھی جو برصغیر میں گونجی، جسے شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کی صداے باز گشت تو یقیناً کہا جاسکتا ہے

مگر اسے ولی اللٰہی فکر اور معمولات کا ترجمان ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔" (ص ۱۸۔۱۹، انفاس العارفین، مکتبۃ الفلاح دیوبند)

خیر آباد و بدایوں و بریلی کے علمائے اہلِ سنت کی تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحریکِ وہابیت کے ردِ عمل کے طور پر عالم وجود میں آئی تھی۔ جس کی اپنے وقت میں امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے پُر جوش قیادت کرتے ہوئے مسلکِ اسلاف و مسلکِ جمہور کی تائید و حمایت کی، اور مندرجہ ذیل علمائے کرام نے خصوصیت کے ساتھ آپ کا تعاون کیا۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی، حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت سید دیدار علی الوری، حضرت مولانا حامد رضا قادری، حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی، حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی، حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا ظفرالدین قادری بہاری، حضرت مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی، حضرت مولانا کرامت اللہ دہلوی، حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی، وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اس سلسلے کے موجودہ علمائے اہل سنت میں چند نمایاں نام یہ ہیں: حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، حضرت شاہ احمد نورانی *، حضرت مولانا تحسین رضا بریلوی، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مفتی عبدالمنان مبارک پوری، حضرت مفتی غلام محمد رضوی، حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری، حضرت مفتی ظفر علی نعمانی، حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی، حضرت سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی، حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت مولانا مجیب اشرف رضوی، حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری، حضرت مولانا شاہ تراب الحق قادری، حضرت سید حامد اشرف کچھوچھوی، حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی، وغیرہم۔

کچھ ممتاز مدارسِ اہل سنت کے نام یہ ہیں:

منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام بریلی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، جامعہ نعیمیہ

مرادآباد، دارالعلوم امجدیہ کراچی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور، مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ کیرالا، جامعہ سعدیہ کاسرکوڈ کیرالا، جامعہ حضرت نظام الدین اولیائنئی دہلی، دارالعلوم امجدیہ ناگ پور، دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس، جامعہ نعیمیہ لاہور، جامعہ نعیمیہ کراچی، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، دارالعلوم محمدیہ ممبئی، فیض العلوم جمشید پور، ضیاء الاسلام ہوڑہ بنگال، انوارالقرآن بلرام پور، دارالعلوم غریب نواز الہٰ آباد، احسن المدارس کان پور، دارالعلوم وارثیہ لکھنؤ، وغیرہ وغیرہ۔

نشریاتی واشاعتی کام کرنے والے چند ادارے یہ ہیں: سنی دارالاشاعت مبارک پور، المجمع الاسلامی مبارک پور، مرکزی مجلسِ رضا لاہور، رضا اکیڈمی لاہور، رضا اکیڈمی ممبئی، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی، ادارۂ معارفِ نعمانیہ لاہور، دارالقلم دہلی، ادارۂ افکارِ حق بائسی پورنیہ، مکتبۂ جامِ نور دہلی، فاروقیہ بک ڈپو دہلی، رضوی کتاب گھر دہلی اور بھیونڈی، مکتبۂ نعیمیہ دہلی، قادری کتاب گھر بریلی، قادری بک ڈپو بریلی، مکتبۂ رحمانیہ رضویہ بریلی وغیرہ وغیرہ۔

ماہ نامہ ''کنزالایمان'' دہلی، ماہ نامہ ''اشرفیہ'' مبارک پور، ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' لاہور، ماہ نامہ ''سنی دنیا'' بریلی، ماہ نامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی، ماہ نامہ ''طیبہ'' احمد آباد، ماہ نامہ ''یٰسٓ'' کوٹہ راجستھان، ماہ نامہ ''صراطِ مستقیم'' اودے پور راجستھان، ماہ نامہ ''ماہِ طیبہ'' جودھ پور راجستھان، سہ ماہی ''الکوثر'' سہسرام، سال نامہ ''معارف رضا'' کراچی، ماہ نامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، وغیرہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

ان سب کی تبلیغ و دعوت کا مرکز و محور یہ ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (یا اللہ) ہمیں سیدھی راہ چلا۔ ان کی راہ جن پر تیرا انعام ہے۔ ان کی نہیں جن پر تیرا غضب ہے اور نہ ان کی جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

برصغیر میں انعامِ الٰہی سے سرفراز مندرجہ ذیل بزرگانِ دین و اسلافِ کرام ہیں جن کی راہ پر چل کر آج کے مسلمان بھی انعامِ الٰہی کے مستحق ہوسکتے ہیں:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری، حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیا،

حضرت شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، امیر کبیر سید علی ہمدانی، حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہی نفوس قدسیہ وہ ہیں جنھوں نے برصغیر کو دولتِ اسلام و ایمان سے مالا مال کر کے اسے مطلع انوار بنایا:

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
یہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

(ہندوستانی مسلمان، حصہ دوم، سہ روزہ دعوت نئی دہلی شمارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء و ماہ نامہ کنزالایمان دہلی شمارہ دسمبر ۱۹۹۹ء)

علماے اہل سنت کا سلسلۂ خیر و برکت

ہندوستان کے علما و صوفیہ اور مشائخ کی زریں دینی و علمی خدمات اور تذکرۂ حیات ہماری قومی و ملی تاریخ کا درخشاں باب اور قیمتی اثاثہ ہے۔ اپنی اجتماعی زندگی کے پے چیدہ مسائل کے حل اور روحانی امراض کے علاج کا مؤثر ذریعہ اور نسخۂ شفا ہے۔ قلب و ذہن کی آبیاری اور ان کی تطہیر کے لیے چشمۂ صافی ہے۔ اور مادیت و نفسانیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہدایت و نجات کا روشن مینار ہے۔

سلاطین و امرا اور عامۂ مسلمین کو دامن اسلام سے وابستہ رکھنے اور ان کے درمیان ایمان کی روح زندہ و بیدار رکھنے کی سعادت انھیں نفوسِ قدسیہ کے حصے میں آئی ہے۔ ہر طرح کے داخلی و خارجی فتنوں کا سدِّ باب کر کے مسلم معاشرہ کے تحفظ و صیانت کا عظیم فریضہ انھیں دُعاۃ و مبلغین نے انجام دیا ہے۔ ماحول کے تاریک گوشوں تک روشنی پھیلانے کی شبانہ روز کد و کاوش میں اپنا خونِ جگر انھوں نے ہی جلایا ہے۔ اور شہر شہر قریہ قریہ اپنا روحانی نور انھوں نے ہی پھیلایا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ اسلام کے اوراق پلٹیے اور اس کا مطالعہ کرتے ہوئے مغل دورِ حکومت تک آیئے تو ''دین الٰہی'' کے نام سے ایک خوف ناک اکبری فتنہ سر اُبھارتے

ہوئے نظر آئے گا۔ جس نے اسلام کی بیخ کُنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، عقائد و معمولاتِ مسلمین کو متزلزل کرنے اور علمائے اسلام کو رُسوا و بے اثر کرنے کا اس نے ہر حربہ آزمایا۔ کفار و مشرکین کی خوش نودی حاصل کرنے کی تدبیریں کیں۔ شعائرِ اسلام کو پامال کیا، مزعومہ امام وقت و مجتہدِ زمانہ و سلطانِ عادل کو اس نے اصول وضوابطِ شرعیہ کی تبدیلی و تحریف کی کھلی چھوٹ دے دی، جس کے نتیجے میں اہلِ اسلام سخت اذیت و بے چینی میں مبتلا ہوگئے۔

مرشد و مجددِ سلسلۂ نقش بندیہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (ولادت ذوالحجہ ۹۷۱ھ/ جولائی ۱۵۶۴ء؛ وصال ۱۰۱۲ھ/ نومبر ۱۶۰۳ء) کے دو مشہور اور ممتاز فیض یافتگان: (۱) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (ولادت شوال ۹۷۱ھ/ جون ۱۵۶۴ء؛ وصال صفر ۱۰۳۴ھ/ دسمبر ۱۶۲۴ء) اور (۲) ناشرِ علمِ حدیث، عاشقِ رسول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت محرم ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء؛ وصال ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے خصوصیت کے ساتھ اپنے علم و فضل، استقامت و کرامت، حکمت و بصیرت اور تقویٰ و دیانت کے ذریعہ "دین الٰہی" اور عہدِ اکبری و جہانگیری کی دیگر اعتقادی و عملی بدعات و خرافات کا قلع قمع کیا۔

مجدد الف ثانی کے والد و استاد و مربی و مرشد مخدوم عبدالاحد بڑے عالم و فاضل، عارف کامل اور حضرت شیخ رکن الدین چشتی خلیفۂ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی (وصال ۱۵۳۷ء) کے ممتاز خلیفہ تھے۔ کتب و تعلیماتِ شیخ محی الدین ابن عربی و شیخ شہاب الدین سہروردی کے ماہر تھے۔ سلسلۂ قادریہ میں حضرت سید شاہ کمال کیتھلی قادری (ولادت ۸۹۵ھ/ ۱۴۸۹ء؛ وصال ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) سے بھی خلافت حاصل تھی۔

اپنے مرشد طریقت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے مجدد الف ثانی کو غایت درجہ کا تعلق خاطر تھا۔ متعدد واسطوں سے اپنی نسبت و فیضان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں:

"ارادت من بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ وسائط کثیرہ است۔ در طریقۂ نقش بندیہ بست و یک واسطہ درمیان است۔ و در طریقۂ قادریہ بست و پنج۔ و در طریقۂ چشتیہ بست و ہفت۔" (مکتوب ۸۷، دفتر سوم، مکتوباتِ مجدد الف ثانی)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجھے کثیر واسطوں سے ارادت و

نسبت ہے۔ سلسلۂ نقش بندیہ میں اکیس واسطوں سے، سلسلۂ قادریہ میں پچیس واسطوں سے اور سلسلۂ چشتیہ میں ستائیس واسطوں سے نسبت حاصل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کو دورِ جہانگیری میں الحاد و بے دینی و بدعات وضلالات کے خلاف قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرنا پڑا۔ جیل کی آہنی سلاخوں کے اندر بھی آپ نے اسلام کا پرچم سربلند رکھا اور سیکڑوں قیدی آپ کے ہاتھ پہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ راہِ استقامت میں لذتِ الم کو آپ نے شہد سے زیادہ شیریں سمجھا۔ عاشقِ رسول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں: (ترجمہ)

''میرے مخدوم ومکرم! مصائب میں اگرچہ بڑی تکلیف و ایذا برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن اس میں بڑی ہی کرامت ومہربانی کی امید ہے۔ اسبابِ جہاں میں حزن واندوہ سب سے بہتر ہیں۔ اور اس دنیا کے دسترخوان کی خوش گوار نعمت مصیبت و الم ہیں۔ ان شکر پاروں پر داردئے تلخ کا رقیق غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اور اس تدبیر سے ابتلا و آزمائش کا راستہ کھولا گیا ہے۔ سعادت مند لوگ ان کی شیرینی پر نظر کر کے تلخی کو شکر کی طرح چبا جاتے ہیں۔ اور تلخی کو صفرا کے بر عکس شیریں سمجھتے ہیں۔ اور کیوں نہ شیریں سمجھیں کہ محبوب کے سب افعال شیریں ہوتے ہیں:

هنیأً لا رباب النعیم نعیمها
و للعاشق المسکین ما یتجرع

غربتِ اسلام کے اس دور میں آپ کا وجودِ مبارک اہلِ اسلام کے لیے غنیمت ہے۔ سلمکم اللہ وابقاکم۔ والسلام۔'' (مکتوباتِ مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب ۲۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ذکر سے پہلے آپ کا ایک روحانی وعرفانی مکتوب پیش کرنا موقع کی مناسبت سے ضروری سمجھتا ہوں جسے حضرت شیخ نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقش بندی کی خدمت میں تحریر کیا ہے: (ترجمہ)

''بندۂ حقیر کو آپ کا والا نامہ ایک صاحب نے لا کر دیا۔ مجھے دو وجہوں سے اس پر تعجب ہوا۔ **اول**: اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو شغل وحضور اور سکوت کی حالت عطا فرمائی ہے۔ اس سے کس طرح اس جانب التفات ہوا۔ **دوم**: اس سے زیادہ تعجب کی بات ہے کہ آپ نے اس حقیر کو ان باتوں سے مخاطب فرمایا ہے جو صرف اہل کے سامنے ظاہر کی

جاسکتی ہیں۔گویا اس طرح آپ نے اس حقیر کو قابل اعتبار سمجھا۔اس حقیر میں کہاں یہ اہلیت اور کہاں یہ مناسبت؟ کہ مجھ جیسے بے مایہ کے سامنے یہ باتیں بیان کی جائیں۔

بہر حال! اس وادی میں جب آپ لے آئے ہیں تو بے شک اس میں کوئی راز ہوگا۔ صادقین کا یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ ہر طالب کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور ہر مطلوب سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔اگر دوسرے فقرہ کا مصداق یہ فقیر ہے تو پہلے کا مصداق آپ کی ذات ہے۔الخ۔"

(مکتوب اول، مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

ایمانِ کامل و اعتقادِ راسخ وطلبِ صادق وعمل صالح و دیانت و استغنا سے آراستہ حضرت شیخ سیف الدین ترک قادری (ولادت ۹۴۰ھ/ ۱۵۱۴ء؛ وصال ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) مرید وخلیفہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی قادری (وصال ۹۵۷ھ/ ۱۵۵۰ء) کے سعادت مند وشہرۂ آفاق فرزند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے وقت کے مشہور محدث حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری (ولادت ۹۰۲ھ؛ وصال ۱۰۰۱ھ) کے تلمیذ رشید تھے۔اپنے والد سے روحانی تعلیم وتربیت کے علاوہ حضرت سید موسیٰ گیلانی قادری ملتانی (وصال ۱۰۰۲ھ) فرزند حضرت سید حامد المعروف بہ حامد گنج بخش (وصال ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۰ء) بن شیخ سید عبدالرزاق یکے از نبیرگانِ سیدنا غوثِ اعظم عبدالقادر جیلانی نیز حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری سے ارادت و خلافت حاصل تھی۔مختلف سلاسل طریقت میں آپ اجازت سے سرفراز تھے مگر قادریت کا آپ کے اوپر غلبہ تھا۔خود تحریر فرمایا کرتے تھے۔ عبد الحق بن سیف الدین الدهلوی وطناً۔ البخاری اصلاً ۔الترکی نسباً۔ الحنفی مذهباً۔ الصوفی مشرباً۔ القادری طریقةً۔

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری (وصال ۱۶۱۵ء) سے بھی حضرت شیخ فیض یاب ہوئے۔آخر عمر میں آپ سے روحانی رہ نمائی پائی۔اور اس راہ کی مشکلات کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

ہندوستان میں علم حدیث کی نشر و اشاعت میں حضرت شیخ کا نام سرِفہرست ہے۔ حضرت میر سید غلام علی آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں:

"بہ نشر علوم سیما علم حدیث شریف پرداختہ بہ نہجے کہ در دیار عجم احدے را از علماء

متقدمین ومتاخرین دست نہ دادہ است ممتاز مستثنیٰ گردید۔ و درفنون علمیہ خاصۃً فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔ چناں کہ علماءِ زماں اعتناء بہ آں ورزیدہ دستورالعمل خود دارند۔" (مآثر الکرام)

حضرت شیخ نے اپنی خداداد صلاحیت اور روحانی قوت کے ذریعہ سلاطین وامرا و رعایا سب کی بیک وقت ہدایت و رہنمائی کی۔ دین اسلام کی تائید وتقویت کے لیے تصنیفات ومکتوبات کا سہارا لیا۔ مروجہ فتنوں کی بیخ کنی میں اپنا زورِ قلم صرف کیا۔ اصولِ شریعت کے تحفظ واتباع کی تعلیم دی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات بیان کرکے عشق ومحبت رسول کا جذبہ بیدار کیا۔ فقہ حنفی پر سختی کے ساتھ قائم رہنے کی تلقین کی۔ گم راہ صوفیہ کو دائرۂ شریعت میں رہنے کی دعوت دی۔ اور بزرگانِ دین سے عقیدت ومحبت کا رشتہ استوار کیا۔ علماے کرام کی آبرو بچائی۔ اور اپنی زندگی کو مثالی عالمانہ وعارفانہ عالم وشیخ طریقت کے شکل میں قوم کے سامنے پیش کیا۔

حضرت شیخ اور حضرت مجدد کی عالمانہ ومجاہدانہ خدمات ملتِ اسلامیہ ہند کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اپنے دور میں ان دونوں حضرات نے بے نظیر کارنامہ انجام دیا ہے اور ارتداد والحاد کے آگے سدِ سکندری بن کر حائل ہو گئے ہیں۔ اعتقادی و عملی انحرافات کا مردانہ وار مقابلہ کرکے اسلامیانِ ہند کے متاعِ ایمان کو زمانہ کی دست برد سے بچایا ہے۔ اور سرمایۂ ملت کے نگہ بان بن گئے ہیں۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء؛ وصال ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) جیسی متعدد الجہات اور جامع کمالات شخصیت پیدا ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم (ولادت ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء؛ وصال ۱۱۳۱ھ/ ۱۹۔ ۱۷۱۸ء) جیسے بلند پایہ عالم اور صاحبِ عرفان صوفی آپ کے والد بزرگوار تھے۔ جو شیخ محی الدین ابن عربی کے مداح، سید عظمت اللہ اکبر آبادی چشتی، ابوالقاسم اکبر آبادی قادری کے فیض یافتہ، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کے دوسرے فرزند حضرت خواجہ محمد عبداللہ المعروف بہ خواجہ خرد (ولادت ۱۶۰۲ء) کے علمی وروحانی شاگرد، سید عبداللہ اکبر آبادی خلیفۂ شیخ آدم بنوری نقش بندی (وصال ۱۶۶۳ء) کے مرید صادق اور سلسلۂ نقش بندیہ باقویہ کے مشہور بزرگ تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ضرورتِ زمانہ کا احساس کرتے

ہوئے ۱۷۳۷۔۳۸ء میں قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔'الفوز الکبیر' کے نام سے اصولِ تفسیر میں ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی، موطا امام مالک کی عربی زبان میں 'المسوی' اور فارسی زبان میں 'المصفیٰ' کے نام سے شرح لکھی۔اصولِ فقہ اور تصوف وغیرہ میں آپ کی کئی اہم کتابیں ہیں۔سب سے مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے، جس میں آپ نے شریعت کے اسرار وحقائق بیان کیے ہیں۔

افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار مسخ کرنے اور آپ کی شخصیت مجروح کرنے کے لیے علماے سوء نے آپ کی کتابوں میں تحریف والحاق کی مذموم حرکت کی ہے۔بلکہ البلاغ المبین، تحفۃ الموحدین وغیرہ مستقل کتب ورسائل لکھ کر آپ کے نام سے شائع کرنے کا سنگین جرم روا رکھا ہے۔اس لیے آپ کے صحیح نظریات وخیالات سے آگاہی کے لیے القول الجلی، انفاس العارفین، فیوض الحرمین، الدر الثمین، القول الجمیل، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ جیسی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

مشہور صوفی، محدث ومعمر بزرگ شیخ ابو طاہر کردی مدنی سے حضرت شاہ ولی اللہ نے بخاری شریف و دیگر کتب حدیث کی حجاز مقدس میں تعلیم حاصل کی تھی۔ان سے سندِ حدیث کے علاوہ سلسلۂ رفاعیہ، شاذلیہ، سہروردیہ وغیرہ کی اجازت حاصل تھی۔والد محترم شاہ عبد الرحیم سے بہ عمر ۱۵ رسال بیعت ہو کر اذکار واشغال صوفیہ خصوصاً طریقۂ نقش بندیہ میں پہلے ہی سے مشغول تھے۔اور اپنے مرض وصال میں حضرت شاہ عبد الرحیم اپنے فرزند حضرت شاہ ولی اللہ کو بہ عمر ۱۷ رسال اجازت بیعت وارشاد مرحمت فرما چکے تھے۔

اپنے دور کے علما، محققین وفضلا، مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ کی حیثیت ممتاز تھی۔دینی، شرعی، علمی، فکری، اخلاقی، اجتماعی ہر شعبہ میں آپ کی تحریرات مجتہدانہ شان رکھتی ہیں۔مسلمانوں کی ذہنی و روحانی تربیت میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔اصلاحِ عقائد و اعمال اور اصلاحِ معاشرہ میں آپ کی قابل قدر خدمات ہیں۔علوم وفنونِ اسلامیہ اور شریعت وطریقت میں آپ کی ذات مجمع البحرین تھی۔علما وصلحا ومشائخ وصوفیاے عصر کے درمیان آپ اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سر آمد اماثل و اقران تھے۔ انھوں نے داخلی و خارجی فتنوں سے اسلام و اہلِ اسلام کا تحفظ و دفاع کیا، باطل خیالات وتحریکات کے ساتھ پنجہ آزمائی کی۔ شعائر اسلام و مسلمین کی صیانت وحمایت میں عمرِ عزیز کے قیمتی لمحات صرف کیے۔ مبتدعین و متصوفہ کی غیر شرعی حرکات کا استیصال کیا، ادغام وانضمام کی ملحدانہ ومشرکانہ سازشوں اور کوششوں کو ناکام بنایا۔ کتاب وسنت کی ہدایت واحکام سے وابستہ اور اسلافِ کرام ومشائخ عظام کے مسلکِ حق وراہِ صواب پر گام زن رہنے کی سوادِ اعظم اہلِ سنت کو تلقین کی، اور اسی عظیم خدمت میں اپنی علمی وعملی وذہنی وفکری وقلمی توانائی اور دینی وروحانی استعداد وصلاحیت کو قربان کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۸ء؛ وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) حضرت شاہ ولی اللہ کے وہ صاحبِ فضل وکمال ممتاز عالم ومحدث فرزند تھے جنھوں نے تدریس و خدمتِ حدیث کے ذریعے آپ کا نام زندہ وتابندہ رکھا، علومِ دینیہ اسلامیہ کے بحرِ بے کراں تھے، اپنے والد کے ممتاز شاگرد اور اپنے وقت کے مرجع علما تھے۔ تقریباً ۶۰ رسال تک آپ نے درسِ حدیث دیا، ہندو پاک کے موجودہ تقریباً سبھی علما و محدثین کا سلسلۂ سندِ حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز سے منسلک ہے، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی، حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی، حضرت شاہ غلام علی دہلوی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی، حضرت سید آلِ رسول احمدی برکاتی مارہروی، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی وغیرہم کا سلسلۂ سندِ حدیث آپ تک ہی پہنچتا ہے۔ تفسیر عزیزی، بستان المحدثین، عجالۂ نافعہ، فتاویٰ عزیزی، تحفہ اثنا عشریہ جیسی گراں قدر دینی وعلمی کتابیں آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے والد ماجد سے نسبت بیعت وارادت رکھتے تھے۔ اور انھیں سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، اپنے اعزہ و اقارب کو آپ نے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کیا تھا، دیگر معتقدین ومتوسلین کو سلسلۂ نقشبندیہ میں اور امرا وحکام کو سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے لگ بھگ آخری ایامِ حیات تک ہندوستان میں اہلِ سنت کی عمومی قوت وتعداد تھی اور انھیں کا ہر طرف بول بالا تھا۔ کہیں کہیں

فرقۂ شیعہ کی بھی معمولی سی آبادی ہوا کرتی تھی۔ جب کبھی شیعیت نے سر اُبھارا تو مذکورہ علمائے کرام نے اس کی علمی طور پر سرکوبی کر دی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے خلفائے راشدین کے فضائل جا بجا اپنی تحریروں میں بیان کیے اور مسلکِ اہلِ سنت کی تائید میں 'تکمیل الایمان' کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی، حضرت مجدد الف ثانی نے شیعہ اہلِ علم سے بحثیں کیں اور رسالہ 'رد روافض' لکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اسی رسالہ 'رد روافض' کا عربی زبان میں بنام المقدمة السنیة فی انتصار الفرقة السنیة ترجمہ کیا ہے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے نہایت محنت و عرق ریزی کے ساتھ ردِ شیعیت کے موضوع پر شاہکار تصنیف 'تحفۂ اثنا عشریہ' سپردِ قلم فرمایا۔

بعض اہلِ تشیع اور عام طور پر نام نہاد موحدین و مصلحین نے مذکورہ اکابر و دیگر مشاہیر علما و مشائخ کرام کی تحریروں میں خوب الحاق و تحریف کیا ہے جس کا کچھ ذکر "القول الجلی کی بازیافت"، مطبوعہ لاہور میں ہے۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی (م ۱۹۹۳ء) لکھتے ہیں:

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل (تحریف و الحاق) کی برائی بیان فرمائی ہے۔ افسوس ہے مولوی اسمٰعیل کے پیروان اس کام میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن اور ان کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابر کے احوال میں بہت ہی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ہم نوا سب کو قرار دیا ہے۔" (ص ۸۵، القول الجلی کی بازیافت، مطبوعہ لاہور)

اور سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرا کہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد جو حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (ولادت ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۴۹ء؛ وصال ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) فرزند حضرت شاہ ولی اللہ کے نواسہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: "حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز اور اس خاندان کی طرف لوگوں نے کتابیں لکھ کر منسوب کر دی ہیں۔ اور موقع پایا تو عبارت میں تغیر و تبدل کر دیا۔" (تصدیق کے لیے دیکھیے: تاویل الاحادیث فی رموز

قصص الانبیاء ،از شاہ ولی اللہ دہلوی ،مطبوعہ مطبع احمدی کلاں محل دہلی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مریدین اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (ولادت ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء؛وصال ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۴ء) کے شاگردوں میں سید احمد رائے بریلوی (متولد ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۶ء؛متوفی ۱۸۳۱ء) کا نام آتا ہے۔اسی طرح حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی (ولادت ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۷ء؛ وصال ۱۲۰۳ھ/ ۱۷۸۹ء) کے بیٹے اور حضرت شاہ عبدالقادر کے شاگرد شاہ اسمٰعیل دہلوی اسی خانوادۂ ولی اللّٰہی کے ایک فرد اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے برادرزادہ ہیں۔شاہ اسمٰعیل دہلوی سید احمد رائے بریلوی کے مرید ہیں۔سید احمد رائے بریلوی وشاہ اسمٰعیل دہلوی نے مسلکِ ولی اللّٰہی سے انحراف اور مذہب اہلِ سنت میں انتشار واختلاف کی داغ بیل کیوں اور کس طرح ڈالی اسے جاننے کے لیے شیخ محمد اکرام کی یہ تحقیق کافی ہے:

’’ان اصلاحی کوششوں سے وہ (سید احمد رائے بریلوی) بڑی حد تک بے خبر تھے۔جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پیرو عرب میں کررہے تھے۔اور جن کا بیج ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات میں بویا تھا۔جب وہ حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں انھیں وہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا۔جو ان کے سفرِ حج سے چند سال پہلے مقاماتِ مقدسہ پر قابض ہوئے تھے۔

حضرت سید(احمد رائے بریلوی) صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا۔اس لیے ان کے کئی ساتھی وہابیت سے متاثر ہو آئے۔مثلاً وہابی عقائد میں ایک اہم عقیدہ عدم وجوب تقلید شخصی کا ہے۔اہلِ سنت مسلمان ،فقہ کے چار بڑے اماموں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے پیرو اور ان کے طے کردہ مسائل فقہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوتے ہیں۔لیکن وہابی اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔اور فقہی اماموں کے بجائے حدیث کی پیروی کرتے ہیں۔

اس مسئلہ پر شاہ اسمٰعیل شہید نے سفرِ حج کے بعد اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا۔‘‘(ص ۶۲ ،موجِ کوثر ،از شیخ محمد اکرام ،مطبوعہ ادبی دنیا مٹیا محل دہلی)

’’مولانا سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید کی وفات کے بعد یہ اختلافِ مسلک

بہت نمایاں ہوگیا۔ مولانا کے کئی معتقدوں کو نجدی اور یمنی راہ نماؤں اور ان کے خیالات سے واقفیت ہوئی۔ اور انھوں نے ان کا اتباع اختیار کرلیا۔ اور غیر مقلد یا اہل حدیث یا وہابی مشہور ہوئے۔" (ص ۶۵، موجِ کوثر، از شیخ محمد اکرام)

حضرت شاہ عبد العزیز کے ایک شاگرد حضرت مفتی صدر الدین آزردہؔ صدر الصدور دہلی کا ایک وقیع رسالہ 'استحبابِ زیارتِ قبورِ صالحین' کے موضوع پر بنام منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال اس وقت میرے سامنے ہے، اس کے اندر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کی اچھی طرح خبر گیری کی گئی ہے۔ اور 'شدِ رحال' کی وہابی تشریح کو حضرت آزردہؔ دہلوی نے تارِ عنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

نجدی و اسمٰعیلی انحراف و بطلان کی تحقیق و تفصیل سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول قادری بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء؛ وصال ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) کی مشہور زمانہ کتاب "سیف الجبار"، مطبوعہ مطبع صبح صادق سیتا پور نیز طبع جدید لاہور کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ حضرت مفتی صدر الدین آزردہؔ دہلوی اور امامِ حکمت و کلام علامہ فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء؛ وصال ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) تلامذہؔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، علامہ فضل رسول بدایونی کی دینی و علمی خدمات کے معترف و مداح ہیں۔ علامہ نور الحق فرنگی محلی تلمیذ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی کے علامہ فضل رسول شاگرد رشید تھے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت شاہ عبد القادر اور حضرت شاہ عبد العزیز کے بلند پایہ شاگرد تھے۔ آپ کے والد علامہ فضل امام خیر آبادی خود جلیل القدر عالم اور دہلی کے صدر الصدور تھے۔ فنِ معقولات میں یگانۂ روزگار تھے، اور حضرت شاہ عبد العزیز کے معاصر علما میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے دور کی عبقری شخصیت کا نام ہے۔ منقولات و معقولات میں تبحرِ تام اور مختلف علوم و فنون میں آپ کو ملکۂ راسخہ حاصل تھا، تقریباً ایک درجن معرکۃ الآرا کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی کے منحرفانہ افکار و خیالات کی آپ نے زبردست علمی و شرعی گرفت کی ہے۔ 'تحقیق الفتویٰ' اور 'امتناع النظیر' اس پر شاہدِ عدل ہیں۔ جو اس وقت کے مشاہیر علماے ہند کی تائیدات و تصدیقات سے مزین

ہیں۔تحریکِ آزادیِ ہند میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔مسلمانوں کے خلاف نصرانیوں کی سازشوں اور شعائر و تشخصات اسلامی کو مجروح کرنے والی منظم کوششوں کے خلاف آپ نے پُر زور آواز اٹھائی، اور اس راہ میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی آپ دو چار ہوئے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی، علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی، علامہ ہدایت اللہ جون پوری، علامہ فیض الحسن سہارن پوری وغیرہ آپ کے قابل فخر تلامذہ ہیں۔

انیسویں صدی کے نصف اول میں ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں جس نئے باب کا اضافہ ہوا اس کے ایک موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد عالم وحیدالزماں حیدرآبادی صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں: (عربی سے ترجمہ)

''ہمارے بعض متأخر بھائیوں نے شرک کے بارے میں بہت شدت اختیار کی ہے۔اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا ہے۔اور مکروہ یا حرام امور کو شرک قرار دیا ہے۔''

(اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے وہ خود نشان دہی کرتے ہیں کہ یہ ہمارے متأخر بھائی کون ہیں۔)

''وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب ہیں جنھوں نے ان امور کو شرک قرار دیا۔جیسا کہ اہلِ مکہ کی طرف ارسال کردہ ان کے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔ اور مولانا اسمٰعیل شہید نے 'تقویۃ الایمان' میں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے۔'' (ص ۲۶، جلد اول، ہدیۃ المہدی، از نواب وحیدالزماں، مطبوعہ میور پریس دہلی)

مولانا ابوالکلام آزادؔ کے والد مولانا خیرالدین دہلوی (ولادت ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء؛ وصال ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء) شاگرد مولانا منورالدین (وصال ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء) و مفتی صدرالدین آزردہؔ دہلوی تلامذۂ حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے وقت کے جلیل القدر عالم ہیں۔ان کے بارے میں ابوالکلام آزادؔ فرماتے ہیں:

''والد مرحوم کہا کرتے تھے: گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت، پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحادِ قطعی کی ہے۔اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے۔اس لیے کہ وہ نیچریت ہی کو الحادِ قطعی سمجھتے تھے۔

لیکن میں اسے تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا۔سرسید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی۔''

(ص ۳۰۹، آزادی کی کہانی آزادی کی زبانی، مطبوعہ لاہور، مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی)

سرسید احمد خاں لکھتے ہیں: ''دہلی میں ایک بڑا گروہ مولویوں اور ان کے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رو سے معزول بادشاہ دہلی کو بہت بُرا اور بدعتی سمجھتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبضہ و دخل و اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔ چناں چہ وہ لوگ جامع مسجد میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔'' (ص ۲۵، ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ، از پروفیسر خلیق احمد نظامی)

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؔ کی تحقیق یہ ہے کہ: ''قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔ اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔'' (ص ۲۶۲، اقبالؔ کے حضور، اقبال اکیڈمی کراچی ۱۹۷۱ء، نذیر نیازی)

امام اہل سنت مولانا احمد رضا قادری برکاتی (ولادت ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء؛ وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) رئیس المتکلمین حضرت مولانا نقی علی بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ؛ وصال ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے نام ور فرزند تھے۔ ۵۰ر سے زیادہ علوم وفنون پر آپ کو عبور تھا۔ ذکاوت وفطانت، وسعتِ مطالعہ اور سرعتِ تحریر میں اپنے دور کے قابل رشک صاحبِ علم وقلم تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں مہارت وتبحر، نعتیہ شاعری میں انفرادی رنگ اور عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کو امتیازی مقام حاصل تھا۔ چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار کتب و رسائل آپ کی دینی وعلمی یادگار ہیں۔ معقولات و ریاضی میں بھی آپ کو مکمل مہارت تھی۔ اپنے والد مولانا نقی علی بریلوی اور محب الرسول تاج الفحول علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی کے ساتھ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ (ضلع ایٹہ۔ یوپی) پہنچ کر ۱۲۹۴ھ میں بہ عمر ۲۲ر سال آپ خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ؛ وصال ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء) تلمیذ حضرت مولانا نورالحق فرنگی محلی وحضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بیعت ہوئے اور اسی روز اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں والد محترم کے ساتھ اپنے پہلے سفر حج کے موقع پر حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ، حضرت شیخ احمد زینی دحلان مفتی شافعیہ، و دیگر اکابر وشیوخ کی طرف سے تفسیر، حدیث، فقہ،

اصولِ فقہ وغیرہ کی سندوں سے آپ سرفراز ہوئے۔

نصرانیت ومغربیت، الحاد وصلح کلیت، مشرکانہ رسوم وعادات کے خلاف علمی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا نے قلمی جہاد کیا، ادغام وانضمام کی تحریکوں سے جرأتِ رندانہ کے ساتھ اختلاف کا اظہار کیا، اوران سب کی قباحت وشناعت سے امت مسلمہ کو آگاہ اور چوکنا فرمایا۔ رفض وتشیع کے خلاف رسائل تحریر فرمائے، وہابیت اور اس کی جملہ شاخوں کے خلاف آپ نے ہزاروں صفحات لکھے، اورقادیانیت کی گردن مروڑنے میں آپ کا فولادی ہاتھ معاصرین سے آگے تھا۔

فقہ حنفی کی تائید وحمایت اور فقہ وافتا میں بصیرت وژرف نگاہی سے برصغیر ہندوپاک کے علما بہ خوبی واقف ہیں۔ اسلامی تصوف اور معمولاتِ مشائخ کو منکرین کے حملوں سے آپ نے بڑی حد تک علمی تحفظ فراہم کیا، البتہ بے علم اور دنیادار صوفیہ کے نقصانات ومضرات اور طریقت کے نام پر ہونے والی خرافات کی آپ نے زبردست مخالفت کی۔ جائز کو جائز، مکروہ کو مکروہ، اور حرام کو حرام کہا، اس میں کسی افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔

اسلاف واکابر، اور علما ومشائخ وائمہ کی محبت وعقیدت مسلمانوں کے دل میں جاگزیں کرنے میں آپ کا نمایاں کردار ہے، صحابۂ کرام واہلِ بیت اطہار وانبیا ومرسلین کی جناب میں کسی کی ادنیٰ تقصیر وتوہین بھی آپ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ عشق ومحبت واتباع واطاعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آپ نے زندگی بھر درس دیا اور خود بھی اس پر عامل رہے۔ آپ نے جو ترانۂ نعت اور نغمۂ عشق گن گنایا تھا اس کی گونج بحر وبر کی وسعتوں میں پھیل چکی ہے، اور ہر طرف سے اس کی صدائے بازگشت آرہی ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ۔۔۔ شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

طبقۂ علما میں ہندوستان کے اندر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سے نصرتِ اسلام، تائید سنت، استیصالِ بدعت اور حمایتِ حق وصداقت کا جو عظیم سلسلہ شروع ہوا تھا اس کی اپنے دور میں امام احمد رضا محدث بریلوی ایک نہایت مضبوط کڑی تھے۔ آپ کی دینی وعلمی خدمات نے اپنے پورے عہد کو متاثر کیا، اور مسلم آبادی کو سیلابِ فتن سے محفوظ رکھنے میں آپ کی مجاہدانہ کاوش ومساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ ☆☆☆

(ماہ نامہ کنز الایمان دہلی، شمارہ جنوری ۲۰۰۰ء)

آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا مغربی بنگال کے
اغراض ومقاصد

بنگال کی سرزمین پر تحریک آل انڈیا تبلیغ سیرت تقریباً ۱۹۷۱ء سے مسلک اہل سنت وجماعت کے افکار ونظریات کے فروغ کے لیے رہنماے اہل سنت امام التارکین سراج السالکین حضور مجاہد ملت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری ہاشمی علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت الحاج مدثر حسین حبیبی صاحب قبلہ کی سربراہی میں دینی خدمات انجام دے رہی ہے۔

اغراض ومقاصد

- مسلمانوں میں مذہبی رجحان پیدا کرنا، انہیں فرائض وواجبات کی ترغیب دینا۔
- دلوں میں عشق واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ بیدار کرنا۔
- مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق کی راہ ہموار کرنا۔
- اسکولوں میں پڑھنے والے چھوٹے بچوں نوجوانوں اور کاروبار سے جڑے ہوئے یا معذور ہو چکے عمر رسیدہ لوگوں کے لیے دینی تعلیم کا نظم کرنا۔
- اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں ان کا دلائل کی روشنی میں معقول جواب دینا۔
- عام فہم زبان میں عامۃ الناس کے لیے مذہبی کتابیں شائع کرنا۔
- جابجا دینی ومذہبی نشستیں کرنا۔
- قدرتی آفات یا فسادات کے سبب تباہ حال لوگوں کی امداد کرنا۔

بحمدہ تعالیٰ مذکورہ امور تین شعبہ جات

(۱)-شعبۂ تعلیم (۲)-شعبۂ تبلیغ (۳)-شعبۂ نشر واشاعت۔ کے ذریعہ انجام دیئے جارہے ہیں۔

Published by

MADINATUL ULOOM INSTITUTE, TOPSIA

ALL INDIA TABLEEGH -E- SEERAT KOLKATA, WB

E-mail: tableegh.e.seerat@gmail.com Mob. 9830367155

Visit at : Website : www.tableeghseerat.com